(مفتی) جنید بن محمد عفی عنہ پالنپوری
9820992292 / 982098284
muftijunaid1979@gmail.com

(مفتی) محمد طاہر بن ذاکر چوہار
9619443362
tahirc78@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهبَ وَ الفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْ هُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوىٰ بِهاَ جِباَهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا ماَ كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا ماَ كُنْتُمْ تَكْنِزُوْن۔

خلاصہ تفسیر: یعنی جولوگ سونے چاندی کوجمع کرتے رہتے ہیں اوراسکواللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کودردناک عذاب کی خوش خبری سنادیجئے۔

وَ لَا يُنْفِقُوْنهَا کے لفظ سے اس طرف اشارہ ہوگیا کہ جولوگ بقدرِضرورت اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو باقی ماندہ

جمع کیا ہوا مال ان کے حق میں مضر نہیں۔

حدیث شریف میں خود رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس مال کی زکوۃ اداء کردی جائے وہ مَا کَنَزْتُم میں داخل نہیں (ابوداؤد، احمد وغیرھم)۔ جس سے معلوم ہوا کہ زکوۃ نکالنے کے بعد جو مال باقی رہے اس کا جمع رکھنا کوئی گناہ نہیں، جمہور فقہاء و ائمہ کا یہی مسلک ہے۔

آیت میں اس عذابِ الیم کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے: یَوْمَ یُحْمیٰ عَلَیْھَا فِي نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْویٰ بِھَا جِبَاھُھُمْ وَ جُنُوْبُھُمْ وَ ظُھُوْرُھم یعنی زکوۃ نہ ادا کرنے والوں کو یہ عذابِ الیم اس دن ہوگا جب ان کے جمع کئے ہوئے سونے چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائیگا، پھر اس سے انکی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں پر داغ دئے جائیں گے، اور ان سے زبانی سزا کے طور پر کہا جائے گا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، سو اپنے

جمع کئے ہوئے سرمایہ کو چکھو، اس سے معلوم ہوا کہ جزاءِ عمل عینِ عمل ہے، جو سرمایہ نا جائز طور پر جمع کیا تھا یا اصل سرمایہ تو جائز تھا مگر اسکی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو خود وہ سرمایہ ہی ان لوگوں کے لئے عذاب بن گیا۔

اس آیت میں داغ لگانے کے لئے پیشانیوں، پہلوؤں، پشتوں کا ذکر کیا گیا ہے، یا تو اس سے مراد پورا بدن ہے ،اور پھر ان تین چیزوں کی تخصیص اس بنا پر ہے کہ بخیل آدمی جو اپنا سرمایہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا نہیں چاہتا، جب کوئی سائل یا زکوٰۃ کا طلبگار اس کے سامنے آتا ہے تو اس کو دیکھ کر سب سے پہلے اسکی پیشانی پر بل آتے ہیں، پھر اس سے نظر بچانے کے لئے یہ دائیں بائیں مڑنا چاہتا ہے اور اس سے بھی سائل نہ چھوڑے تو اسکی طرف پشت کر لیتا ہے، اس لئے پیشانی، پہلو، پشت اس عذاب کے لئے مخصوص کئے گئے۔ (معارف القرآن ۴: ۳۶۳)

مسلمان کے لئے زکوٰۃ انشورنس ہے!

زکوٰۃ مسلمانوں کی کو. آپریٹیو سوسائیٹی ہے ، یہ انکی انشورنس کمپنی ہے ، یہ انکا پراویڈنٹ فنڈ ہے ، یہ ان کے لئے بیکاروں کا سرمایہ اعانت ہے ، یہ انکے معذوروں ،اپاہجوں ، بیماروں ، یتیموں ، بیواؤں کا ذریعہ پرورش ہے اوران سب سے بڑھ کرزکوٰۃ وہ چیز ہے جومسلمانوں کوفکرِ فردا سے بالکل بے نیاز کر دیتی ہے ۔اسکا سیدھا سادہ اصول ہے کہ آج تم مالدار ہو تو دوسروں کی مدد کرو،کل تم نادار ہو گئے تو دوسرے تمہاری مدد کریں گے،تم کو ناگہانی آفت آپڑی ، بیمار ہو گئے ، گھر میں آگ لگ گئی ،سیلاب آگیا، دیوالہ نکل گیاتوان مصیبتوں سے خلاصی کی کیاسبیل ہوگی؟ سفر میں پیسہ نہ رہا، تو کیونکر گذر بسر ہوگی؟ ان سب فکروں

سے صرف زکوۃ تمھیں ہمیشہ کے لئے بے فکر کردیتی ہے، تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ اپنی پس انداز کی ہوئی دولت میں سے ڈھائی فیصد دے کر اللہ کی انشورنس کمپنی میں اپنا بیمہ کرالو۔ اس وقت تم کو اس دولت کی ضرورت نہیں ہے، یہ ان کے کام آئیگی جو اس کے ضرورت مند ہیں، کل جب تم ضرورت مند ہو گے یا تمہاری اولاد یا بیوی ضرورت مند ہوگی تو نہ صرف تمہارا اپنا دیا ہوا مال بلکہ اس سے بھی زیادہ تم کو واپس مل جائے گا۔ (فقہ الزکوٰۃ ۲: ۱۳۷)

کیا زکوٰۃ اسلامی ٹیکس ہے؟

زکوٰۃ ٹیکس نہیں ہے بلکہ ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے۔

بعض لوگوں کے ذہن میں زکوۃ کا ایک نہایت گھٹیا تصوّر رہے کہ اسکو حکومت کا ٹیکس سمجھتے ہیں جس طرح کہ تمام حکومتوں میں مختلف قسم کے ٹیکس عائد کئے جاتے ہیں، حالانکہ زکوٰۃ کسی حکومت کا عائد کردہ ٹیکس نہیں، نہ رسول اللہ ﷺ نے اسلامی حکومت کی

ضروریات کے لئے اسکو عائد کیا ہے بلکہ حدیث میں صاف طور پر ارشاد ہے کہ ’’زکوٰۃ مسلمانوں کے متموّل (مالدار) طبقہ سے لے کر ان کے تنگدست طبقہ کو لوٹا دی جائے‘‘ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳:۳۳۸)

حکومتی ٹیکس اور زکوٰۃ میں یہ فرق ہے کہ حکومت ٹیکس لیکر اپنے کاموں میں خرچ کرتی ہے اور اسلام زکوٰۃ کی رقمیں غرباء، مساکین اور محتاجوں میں تقسیم کرا دیتا ہے۔ اسلام نے اس رقم کو خرچ کرنے کے لئے آٹھ حلقے بنائے ہیں ۔(حقیقۃ الزکوۃ ص ۵۸)

زکوٰۃ دینے والا فقراء ومساکین پر کوئی احسان نہیں کرتا!

اسی طرح یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ زکوٰۃ دینے والے فقراء ومساکین پر کوئی احسان کرتے ہیں، ہرگز نہیں بلکہ خود فقراء و مساکین کا مالداروں پر احسان ہے کہ انکے ذریعہ سے ان لوگوں کی

رقم خدائی بینک میں جمع ہو رہی ہے۔ اگر آپ کسی کو بینک میں جمع کرانے کے لئے کوئی رقم سپرد کرتے ہیں تو کیا آپ اس پر احسان کررہے ہیں؟ اگر یہ احسان نہیں تو فقراء کو زکوٰۃ دینا بھی ان پر احسان نہیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ۳:۳۴۸)

زکوٰۃ کی تعریف وتفسیر

اپنے مال (کی ایک خاص مقدار) کا کسی ایسے نادار مسلمان کو مالک بنادینا جو نہ ہاشمی خاندان سے ہو، نہ اس شخص کا (شرعی نقطہ نظر سے) غلام ہو اوراس عطیہ کے پیچھے نہ اس شخص کی کوئی دنیاوی منفعت اور کسی عوض کا لالچ بھی نہ ہو، بلکہ محض خدا کی رضا پیشِ نظر ہو۔ شریعت میں لفظِ زکوٰۃ کا یہی مطلب سمجھا جاتا ہے۔ (عالمگیری بحوالہ تبیین الحقائق)

مسئلہ (۱) : مسلمان مستحق کو زکوٰۃ کے مال کا اس طرح مالک بنادینا ہے کہ زکوٰۃ دینے والے کی ہر طرح منفعت اس مال

سے منقطع ہو جائے لہٰذا زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنی زکوٰۃ نہ اپنے اصل یعنی ماں، باپ، دادا دادی، نانا نانی کو دے گا اور نہ اس کے فروع یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی کو دے گا، اس لئے کہ ان کو دینے میں فی الجملہ اس کی منفعت ہے یعنی زکوٰۃ کا فائدہ اس کو پہنچ رہا ہے ۔(درمختار۲:۶)(مسائلِ زکوۃ)

مسئلہ(۲) : اگر کسی کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی (آج کے وزن کے حساب سے ۶۱۲ گرام ۳۵ ملی گرام)یا ساڑھے سات تولہ سونا (آج کے وزن کے حساب سے ۸۷ گرام ۴۷۹ ملی گرام) ہے یا اسمیں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر روپیہ یا نوٹ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔نقد روپیہ بھی سونے چاندی کے حکم میں ہے (شامی)۔اور سامانِ تجارت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی (آج کے وزن کے حساب سے ۶۱۲ گرام ۳۵ ملی گرام) کی قیمت کے برابر ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

نوٹ: زکوٰۃ کے نصاب کو قیمتاً نکالنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جو قیمت بازار میں ایک کلو چاندی کی چل رہی ہے اسکو ایک ہزار حصوں میں تقسیم (divide) کر کے حاصلِ تقسیم کو ۶۱۲ گرام ۳۵ ملی گرام میں ضرب (multiply) دے دو۔ اب جو حاصلِ ضرب آیا وہ موجودہ وزن کے حساب سے نصاب کی رقم ہوگی۔

مسئلہ (۳) : عام طور پر خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ ساڑھے سات تولہ سونے سے زائد جو سونا ہوگا، صرف اس پر زکوٰۃ آئیگی، جبکہ یہ غلط سوچ ہے صحیح مسئلہ نمبر ۲ پر گذرا۔

مسئلہ (۴) : کارخانے اور مل وغیرہ کی مشینوں پر زکوٰۃ فرض نہیں، لیکن ان میں جو مال تیار ہوتا ہے اس پر زکوۃ فرض ہے۔ اسی طرح جو خام (کچا) مال کارخانہ میں سامان تیار کرنے کے لئے رکھا ہوا ہے اس پر بھی زکوۃ فرض ہے۔ (درمختار و شامی)

مسئلہ (۵) : مرغی فارم کی زمین اور عمارت وغیرہ

کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں اور ان میں جو مرغیاں پالی جاتی ہیں انکی دو صورتیں ہیں ۔(۱) اگر مرغی فارم سے انڈے مقصود ہیں اور انہیں کے ذریعہ آمدنی حاصل کی جاتی ہے، مرغیاں فروخت کے لئے نہیں ہے، تو ایسی صورت میں مرغیوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، بلکہ صرف انڈوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکوٰۃ لازم ہوگی ۔(۲) اور اگر مرغی فارم سے محض انڈے مقصود نہیں بلکہ خود مرغیوں اور چوزوں کو بیچنا مقصود ہے تو ایسی صورت میں سال پورا ہونے پر ان مرغیوں اور چوزوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی ، کیونکہ یہ خود مالِ تجارت ہے۔(شامی، احسن الفتاوی ج ۴ ص ۴۰۰)(شامی ج ۳ ص ۱۸۳، احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۰۰)

مسئلہ (۶) : مرغی فارم میں مرغیوں کو کھلانے کے لئے جو خوراک استعمال کی جاتی ہے اسکی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ، کیونکہ یہ تجارت کی غرض سے نہیں خریدی جاتی بلکہ اس کی حیثیت

ایسی ہی ہے جیسے کپڑا دھونے والوں کے لئے صابون وغیرہ، کہ ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔(شامی ج۳ص۱۸۳، عالمگیری ج۱ص۱۷۲)

مسئلہ(۷) : ہوٹل کے خام مال کی زکوٰۃ کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ اگر پکانے کے بعد اس چیز کی ذات اور جسم باقی رہتی ہو یعنی نظر آتا ہو، مثلاً: گیہوں، چاول، دال، آٹا، پتی، تیل وغیرہ ان تمام چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔اور ایسی چیزیں جن کی ذات ،جسم پکانے کے بعد باقی نہ رہتی ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں آئیگی مثلاً: شکر، نمک وغیرہ۔اسی طرح جو منافع نقد رقم کی شکل میں موجود ہے اسکی بھی زکوٰۃ واجب ہے۔اسی طرح ہوٹل چلانے والے نے حصہ داروں کی رقم کسی بڑے خرچ کے لئے روک لی ہو ،حصہ داروں میں تقسیم نہ کی ہو اور ہوٹل چلانے والے نے ابھی تک وہ روکی ہوئی رقم خرچ میں استعمال نہ کی ہو اور حصہ داروں کے دیگر

اموال زکوٰۃ کے حساب کرنے کا دن آگیا، تو اس جمع شدہ رقم میں سے ہر حصہ دار کو اپنے حصہ کی جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے، لہٰذا ہوٹل چلانے والے رمضان میں حصہ داروں کو انکے جمع شدہ منافع کی رقم اور انکے حصہ کے اسٹاک مال کی قیمت کی اطلاع دیدے یا حصہ دار ہوٹل کے ذمہ دار سے معلوم کرلے تاکہ اپنے دیگر اموال زکوٰۃ میں اسے جمع کر کے اسکی بھی زکوٰۃ ادا کردے۔(تاتارخانیہ۲۰۱۵)

مسئلہ(۸) : سونے، چاندی کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے۔زیور برتن حتیٰ کہ سچا گوٹہ، ٹھپہ، اصلی زری، سونے چاندی کے بٹن، ان سب پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ ٹھپہ، گوٹہ اور زری کپڑے میں لگے ہوئے ہوں۔

مسئلہ(۹) : کسی کے پاس کچھ روپیہ، کچھ سونا یا چاندی اور کچھ مالِ تجارت ہے لیکن علیٰحدہ علیٰحدہ بقدرِ نصاب ان میں سے

کوئی چیز بھی نہیں ہے تو سب کو ملا کر دیکھیں، اگر اس مجموعہ کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی (آج کے وزن کے حساب سے ۶۱۲ گرام ۳۵ ملی گرام) کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر اس سے کم رہے تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ (ھدایہ)

مسئلہ (۱۰) : ملوں اور کمپنیوں کے شیئرز پر بھی زکوٰۃ فرض ہے بشرطیکہ شیئرز کی قیمت بقدرِ نصاب ہو یا اس کے علاوہ دیگر مال مل کر شیئر ہولڈر مالکِ نصاب بن جاتا ہو، البتہ کمپنیوں کے شیئرز کی قیمت میں چونکہ مشینری اور مکان اور فرنیچر وغیرہ کی لاگت بھی شامل ہوتی ہے جو در حقیقت زکوۃ سے مستثنیٰ ہے، اس لئے اگر کوئی شخص کمپنی سے دریافت کر کے جس قدر رقم اسکی مشینری اور مکان اور فرنیچر وغیرہ میں لگی ہوئی ہے اسکو اپنے حصے کے مطابق شیئرز کی قیمت میں سے کم کر کے باقی کی زکوٰۃ دے تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔ سال کے ختم پر جب زکوٰۃ دینے لگے اس

وقت جو شیئرز کی قیمت ہوگی وہی لگے گی ۔ (درمختار، شامی) یہ اس وقت ہے جبکہ نفع کمانے کے لئے شیئرز خریدے ہوں، اوراگر بیچنے کے لئے شیئرز خریدے ہوں تو موجودہ کل قیمت پر زکوٰۃ آئیگی۔

مسئلہ (۱۱) : جو گاڑی اور رکشہ وغیرہ کرائے پر چلتی ہے اس کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں آئیگی۔البتہ جو کرایہ زکوٰۃ کے حساب کے دن جمع ہوگا، اسپر زکوٰۃ آئیگی۔

مسئلہ (۱۲) : ایک ہی فقیر کو اتنا مال دے دینا جتنے مال پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، مکروہ ہے لیکن اگر دے دیا تو زکوٰۃ اداء ہوگئی اور اس سے کم دینا بغیر کراہت کے جائز ہے۔(ھدایہ)

مسئلہ (۱۳) : زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جو رقم کسی مستحقِ زکوۃ کو دی جائے وہ اس کی کسی خدمت کے معاوضہ میں نہ ہو۔

مسئلہ (۱۴) : ادائیگیٔ زکوٰۃ کے لئے یہ بھی شرط ہے

کہ زکوٰۃ کی رقم کسی مستحقِ زکوۃ کو مالکانہ طور پر دے دی جائے جسمیں اس کو ہر طرح کا اختیار ہو۔اس کے مالکانہ قبضہ کے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔(جواھر الفقہ)

مسئلہ(۱۵) : زکوٰۃ کے ادا کرنے میں قمری سال کا اعتبار ہے، شمسی سال کا اعتبار نہیں ہے۔اب یا تو قمری سال کے اعتبار سے ادا کرنا چاہئے اور اگر شمسی سال کے اعتبار سے کرنا ہی نا گزیر ہو تو دس دن کی زکوٰۃ مزید ادا کرنی چاہئے۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳:۵۷)

مسئلہ(۱۶) : آدمی قمری ماہ کی جس تاریخ کو صاحبِ نصاب ہوا ہے، ہمیشہ اسی تاریخ کو زکوۃ کے حساب کے لئے متعین کرنا ضروری ہے۔اس تاریخ میں سونا، چاندی، مالِ تجارت اور نقدی جو کچھ بھی ہو خواہ ایک روز قبل ملا ہو سب پر زکوٰۃ فرض ہوگی ،زکوۃ کا حساب ہمیشہ اسی تاریخ میں ہوگا۔(احسن الفتاویٰ ۴:۲۵۵)

مسئلہ (۱۷) : آجکل اکثر لوگ اپنے صاحبِ نصاب بننے کی تاریخ کو چھوڑ کر رمضان المبارک میں زکوٰۃ کا حساب کرتے ہیں، یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ صاحبِ نصاب بننے کی تاریخ میں اموالِ زکوٰۃ زیادہ ہونے سے زکوٰۃ زیادہ نکلتی تھی مگر رمضان آنے تک اموالِ زکوٰۃ کم ہوگیا اور زکوٰۃ کم نکلی تو یہ شخص مکمل زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ صاحبِ نصاب بننے کی تاریخ میں زکوٰۃ کا حساب کرلے اور پھر رمضان المبارک میں ادا کرے۔

مسئلہ (۱۸) : اگر صاحبِ نصاب بننے کی قمری تاریخ یاد نہ ہو تو غور وفکر کر کے جس تاریخ کا ظنِ غالب ہو، وہ متعین ہوگی۔ اگر کسی تاریخ کا بھی ظنِ غالب نہ ہو تو خود کوئی قمری تاریخ متعین کرلیں۔ (احسن الفتاویٰ ۴: ۲۵۵)

مسئلہ (۱۹) : زکوٰۃ کی رقم اپنی جمع پونجی سے الگ

کر کے رکھ لینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی جب تک کہ مستحق کو سپرد نہ کر دی جائے۔ اگر وہ رقم ضائع ہوگئی تو دوبارہ زکوٰۃ کی رقم نکالنی ہوگی۔

مسئلہ (۲۰) : اگر کسی شخص نے مکان یا دکان کرایہ پر لی اور کرایہ کے ساتھ بطور ڈپازٹ کوئی رقم جمع کی تو چونکہ یہ جمع شدہ رقم بطور قرض دی گئی ہے لہٰذا قرض دینے والا یعنی مکان اور دکان کرائے پر لینے والے کے ذمہ اسکی زکوٰۃ آئیگی۔ (افادات حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم)

مسئلہ (۲۱) : اگر بطور قرض کسی کو کوئی رقم دی تو ان روپیوں کی زکوٰۃ قرض دینے والے کے ذمہ ہوگی، کچھ ناواقف لوگ مقروض سے یہ کہہ کر کہ ''چونکہ اس رقم کو آپ استعمال کر رہے ہیں لہٰذا اسکی زکوٰۃ آپ نکالیں'' مقروض سے زکوٰۃ نکلواتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس طرح کرنے سے قرض دینے والا سود کھا رہا ہے۔

مسئلہ (۲۲) : نکاح کے وقت دلہن کو جو زیور اسکے والدین اور سسرالی رشتہ داروں کی طرف سے بطور بخشش دیئے جاتے ہیں، اسکی زکوۃ سال مکمل ہونے پر عورت (دلہن) پر واجب ہے۔ البتہ اگر اسکے والدین یا شوہر اسکی اجازت سے زیورات کی زکوٰۃ دے دیں تو ادا ہو جائے گی ۔اور اگر صرف بطور عاریت (یعنی صرف پہننے کے لئے) دئے ہیں تو عورت پر زکوٰۃ نہیں آئیگی بلکہ جوان زیورات کا مالک ہے اس پر زکوٰۃ آئیگی۔

مسئلہ (۲۳) : سونے اور چاندی کی زکوٰۃ نکالنے میں جو نرخ (ریٹ) بازار میں ایسے سونے ، چاندی کا ہے یعنی جس قیمت کو دوکاندار فروخت کرتے ہیں وہ قیمت لگا کر زکوٰۃ دے اور اگر سونا چاندی ہی زکوٰۃ میں دینا ہو تو موجودہ سونے چاندی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیدے یہ بھی درست ہے ۔(فتاویٰ دارالعلوم ۶ :۱۲۴)

مسئلہ(۲۴) : بعض حضرات کے پاس زیورات کی شکل میں سونا موجود ہوتا ہے مگر روپیہ پاس نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں کہ روپیہ تو پاس میں نہیں ہے لہذا زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے؟ ان کو چاہئے کہ جو سونا بہ قدر نصاب رکھا ہے اسی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کریں۔

مسئلہ(۲۵) : اموالِ تجارت میں زکوٰۃ قیمتِ فروخت پر ہوگی نہ کہ قیمتِ خرید پر۔یعنی جس قیمت پر سامان بیچنے کے لئے رکھا ہے اس پر زکوٰۃ آئیگی۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ۳:۳۶۱)

مسئلہ(۲۶) : مکان خریدنے کے لئے یا اولاد کے نکاح کے لئے جو رقم جمع کی ہے اس پر سال گذر جائے تو زکوٰۃ لازم ہوگی۔

مسئلہ(۲۷) : جو رقم حج کے لئے جمع کی گئی ہے، اس

میں آمد ورفت کے کرائے اور معلم وغیرہ کی فیس کے لئے جو رقم دی گئی ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے ۔اس سے زائد رقم جو کرنسی کی صورت میں اس کو واپس ملے گی اس پر زکوٰۃ آئیگی ۔(احسن الفتاویٰ)

مسئلہ (۲۸) : جو روپیہ بِسّی میں جمع کرایا ہے اس پر زکوٰۃ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس کے نام کی بسی نہیں اٹھی ہے تو جتنی رقم جمع ہوئی ہے اس پر زکوٰۃ آئیگی ،اور اگر بسی اٹھ چکی ہے نیز وہ رقم استعمال کر چکا ہے تو جو رقم جمع کرنی باقی ہوگی وہ قرض شمار ہوگی۔

مسئلہ (۲۹) : اگر کوئی شخص میراث کی رقم کا حقدار ہے تو اس پر اس رقم کی زکوٰۃ نہیں آئیگی ، البتہ جس سال وہ رقم وصول ہوگی اس سال کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

مسئلہ (۳۰) : ملازمان کی تنخواہ میں جو کچھ روپیہ کٹتا

ہے اور اسمیں کچھ رقم ملا کر ملازمت کے ختم ہونے پر ملازموں کو ملتا ہے جسے پراویڈینٹ فنڈ (provident fund) کہتے ہیں ،اب اگر یہ غیر اختیاری طور پر یعنی ملازموں کے نہ چاہتے ہوئے بھی وضع کیا جاتا ہے تو اسپر زکوٰۃ نہیں آئیگی اور اختیاری طور پر وضع کیا جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ بھی آئیگی ، نیز جو رقم بطور سود ملائی گئی ہے اسکا بھی صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ (۳۱) : اگر کوئی شخص صاحبِ نصاب بن جائے تو وہ سال پورا ہونے سے پہلے پیشگی زکوٰۃ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔اب سال کے اختتام پر حساب کرے اگر دی گئی رقم سے زکوٰۃ زیادہ نکل رہی ہے تو باقی رہ جانے والی زکوٰۃ ادا کردی جائے ،اور اگر دی ہوئی رقم زکوٰۃ کے حساب سے زیادہ تھی تو وہ آئندہ سال کی زکوٰۃ میں محسوب کرسکتا ہے۔(مستفاد از فتاویٰ رحیمیہ ۵:۱۵۹)

مسئلہ (۳۲) : بینک میں جمع کی گئی رقم پر چاہے فکسڈ

ڈپوزٹ fixed deposit کی شکل میں ہو زکوٰۃ فرض ہوگی۔

مسئلہ (۳۳) : جو مکان اور دکان خود کے رہنے اور کاروبار کرنے کے لئے لی گئی ہے اسپر زکوٰۃ نہیں آئیگی۔

مسئلہ (۳۴) : جو مکان اور دکان کرائے پر اٹھانے کے لئے لی گئی ہے اسکی مالیت پر بھی زکوٰۃ نہیں آئیگی، البتہ اس سے حاصل شدہ کرائے پر اگر دیگر اموالِ زکوٰۃ کے ساتھ سال پورا ہونے پر جمع ہوگی تو زکوٰۃ آئیگی، اور اس سے پہلے استعمال کر لی گئی تو زکوٰۃ نہ ہوگی۔

مسئلہ (۳۵) : اگر مکان، دکان یا کوئی پلاٹ تجارت کی غرض سے خریدا یعنی فروخت کی نیت سے خریدا ہے تو حساب کے دن موجودہ قیمت پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

مسئلہ (۳۶) : زیرِ تعمیر عمارت میں کوئی مکان یا دکان تجارت کی غرض سے بک کرائی تو اس صورت میں حساب

والے دن مکان یا دکان کی جو موجودہ قیمت ہوگی اسپر زکوٰۃ آئیگی ۔مثلاً زیرِ تعمیر عمارت میں مکان دس لاکھ روپے میں بلڈر سے خریدا یعنی بک کروایا ،اور بلڈر کو پانچ لاکھ روپے شروع ہی میں دے دئے اور پانچ لاکھ روپے قبضہ (possession) کے وقت دینا طے پایا۔اب جس دن زکوٰۃ نکالی جارہی ہے اس وقت اس کی قیمت بڑھ کر بیس لاکھ روپے ہوگئی تو یہاں پانچ لاکھ روپے جو بلڈر کو دینا باقی ہے منہا (deduct) یعنی کم کر کے بقیہ پندرہ لاکھ روپے پر زکوٰۃ آئیگی۔

مسئلہ (۳۷) : اور اگر زیرِ تعمیر عمارت میں مکان رہنے کے لئے یا دکان کاروبار کرنے کے لئے بک کرائی تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ جو رقم بلڈر کو دینی باقی ہے وہ بھی قرض میں محسوب ہوگی اور اسپر بھی زکوٰۃ نہیں آئیگی مثلاً دس لاکھ روپے میں مکان بک کرایا بلڈر کو ابتداء میں پانچ لاکھ روپے دے دئے اور

پانچ لاکھ روپئے آخر میں دینے ہیں تو جس دن زکوۃ کا حساب کیا جائے گا اس وقت یہ پانچ لاکھ روپئے قرض میں محسوب کر کے منہا کئے جائیں گے یعنی کم کئے جائیں گے۔

مسئلہ (۳۸) : اگرکسی کو کوئی رقم بطور قرض دی اور وہاں سے رقم ملنے سے بالکل مایوسی ہوگئی ہو، اسپر زکوٰۃ واجب نہیں ۔اگر آئندہ کبھی مل جائے تو صرف اسی سال کی زکوٰۃ دینی ہوگی جس سال ملی ہے۔(فتاویٰ عثمانی ۲:۷٦)

مسئلہ (۳۹) : اگر بالکل مایوسی نہ ہوئی ہو بلکہ دونوں احتمال ہوں کہ ملے یا نہ ملے تو اسمیں علماء کے اقوال مختلف ہیں ،احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ جب ملے اس وقت پچھلے سالوں کی زکوٰۃ ادا کردی جائے۔

مسئلہ (۴۰) : اگرکسی کو قرض دیا ہو اور وہ دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو یعنی مستحق ہو تو وہ قرض زکوٰۃ میں محسوب کر لینے

(گن لینے) سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ادائیگی زکوٰۃ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو زکوٰۃ کی رقم کا مالک بنایا جائے پھر اس سے اپنے قرض میں وہ رقم واپس لے لی جائے۔

مسئلہ (۴۱) : اگر مرنے والے نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالنے کی وصیت کی ہو تو حسبِ شرائط ورثاء کے لئے اس وصیت کو پورا کرنا لازم ہے۔(تاتارخانیہ)

مسئلہ (۴۲) : زکوٰۃ کا مستحق وہ شخص ہے جس کے پاس حاجتِ اصلیہ ضروریہ سے زائد اتنا مال (زیور، مکان، زمین ،اسباب، کتابیں وغیرہ) نہ ہو جسکی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی (آج کے وزن کے حساب سے ۶۱۲ گرام ۳۵ ملی گرام) کی قیمت کے برابر ہو جائے ،ایسا شخص زکوٰۃ لینے پر مجبور ہو تو لے سکتا ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ)

مسئلہ (۴۳) : اگر کوئی شخص مقروض ہے اور اس

کے پاس حاجتِ اصلیہ ضروریہ سے زائد کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جسے بیچ کر اپنا قرض ادا کرسکتا ہو تو ایسے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دی جا سکتی ہے۔

مسئلہ(۴۴) : مسجد کے امام اور خادمین وغیرہ جو مستحق زکوٰۃ نہ ہوں تو عیدی کے نام پر ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

مسئلہ(۴۵) : ولیمہ کرنا سنت ہے فرض اور واجب نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی مستحق اپنی اولاد کے ولیمہ کے لئے زکوٰۃ کا مطالبہ کرے تو اس کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دینی چاہئے، کیونکہ ولیمہ اگر نہیں بھی ہوگا تو نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، نیز ولیمہ کی سنت تو دس بارہ دوستوں کو کھلانے سے بھی حاصل ہو جائے گی۔ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا غریبوں کی حق تلفی ہے۔ آجکل ولیمہ کے نام پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے، ہال بک کروا کر ہزاروں کا اسٹیج بنوایا جاتا ہے، کئی طرح کے پکوان بنائے جاتے ہیں،، کھانے کے

علاوہ روشنی ،قمقموں اوراسٹیج پر روپیہ خرچ کرنا سوائے اسراف کے کچھ نہیں ،لہٰذا اس میں تو اپنا ذاتی روپیہ بھی خرچ نہیں کرنا چاہئے چہ جائیکہ زکوٰۃ کی رقم سے ایسے خرافات کورواج دیا جائے۔

مسئلہ (۴۶): عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ بعض خواتین جو بہ ظاہر غریب اور حاجتمند نظر آتی ہیں، گذارا مشکل سے ہوتا ہے ،مگران کے پاس سونا رکھا ہوتا ہے جو نصاب کے بقدر ہوتا ہے تو ایسی صورت میں یہ عورت زکوٰۃ کی مستحق نہ ہوگی ۔اس کو چاہئے کہ سونا فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کرے اور پھر سونا ختم ہونے پراس کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔

مسئلہ (۴۷): بعض افراد صحت مند ہونے کے باوجود روزگار میں مشغول نہیں ہوتے ،قرض لے کر گذارا کرتے ہیں اور پھر رمضان المبارک میں اپنے آپ کو ضرورت منداور محتاج بتلا کر لوگوں سے زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں ۔ایسے لوگوں کوزکوٰۃ دینا ان کو

اور بھی سست کرنا ہے نیز بیواؤں اور غریبوں کی حق تلفی ہے۔

مسئلہ (۴۸) : بے نمازی محتاج اور غریب آدمی کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، البتہ دیندار نماز پڑھنے والے محتاج غریب آدمی کو زکوٰۃ دینے سے زیادہ ثواب ملے گا، اس لئے دیندار نمازی غریب آدمی کو زکوٰۃ دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ (زکوٰۃ کے مسائل کا انسائکلو پیڈیا ص ۹۱)

مسئلہ (۴۹) : اپنے ماں باپ، دادا دادی، پڑ دادا پڑ دادی، نانا نانی، پڑ نانا پڑ نانی، کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اپنی حقیقی اولاد، پوتے پوتیاں، پڑ پوتے پڑ پوتیاں نیز نواسے نواسی، پڑ نواسے پڑ نواسی آخر تک کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ (۵۰) : شوہر کا اپنی بیوی کو اسی طرح بیوی کا اپنے شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ (۵۱) : اپنے حقیقی بھائی بہن، باپ شریک بھائی

بھائی بہن نیز ماں شریک بھائی بہن اور ان کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

مسئلہ (۵۲) : اپنے چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ اور ان کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

مسئلہ (۵۳) : اپنے خسر اور ساس نیز داماد کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

مسئلہ (۵۴) : اپنے یہاں کام کرنے والے ملازم کو اگر وہ مستحقِ زکوٰۃ ہے تو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے البتہ اپنی دی ہوئی زکوۃ سے فائدہ بالکل نہ اٹھایا جائے، اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے ملازم کو زکوٰۃ دی جاتی ہے، اب یہ ملازم سمجھتا ہے کہ میرے سیٹھ نے مجھ پر احسان کیا ہے لہٰذا یہ کبھی تنخواہ بڑھانے کی درخواست ہی نہیں کرتا اور سیٹھ کو بھی یہ علم ہوتے ہوئے کہ یہ زیادہ تنخواہ کا حقدار ہے تنخواہ نہیں بڑھاتا، یا یہ کہ ملازم سے اوور ٹائم

خدمت لیتا ہے اور اسکا معاوضہ نہیں دیتا اور دونوں کے مدّ نظر وہی زکوٰۃ کا احسان ہوتا ہے۔

لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اپنی زکوٰۃ اپنے ملازم کو کسی اور کے ذریعہ اس طرح دیں کہ ملازم کو ذرہ برابر پتہ نہ چلے کہ یہ میرے سیٹھ کی دی ہوئی رقم (زکوٰۃ) ہے۔

مسئلہ (۵۵) : اگر کسی نے کسی فقیر و غریب کو کرایہ کے بغیر زکوٰۃ کی نیت سے اپنے گھر میں رکھا تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، کیونکہ اس صورت میں گھر والے نے نفع کا مالک بنایا ہے، مال کا مالک نہیں بنایا۔اور نفع کا مالک بنانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔(زکوٰۃ کے مسائل کا انسائکلو پیڈیا ص ۳۱۶) اس کی آسان شکل یہ ہے کہ مکان اس کو کرایہ پر دیں اور پھر ہر مہینہ زکوٰۃ کی رقم اس کو سپرد کر کے کرایہ کے نام پر واپس لے لیں۔

مسئلہ (۵۶) : زکوٰۃ کی رقم سے خون خرید کر مریضوں

کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی ،کیونکہ خون مال نہیں ہے۔(زکوٰۃ کے مسائل کا انسائکلو پیڈیا ص ۱۵۷)

مسئلہ(۵۷) : ڈاکٹر کی فیس زکوٰۃ سے ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں:

(الف):ڈاکٹر کی فیس کی رقم مستحق زکوٰۃ مریض کے ہاتھ میں دے دی جائے تا کہ اس کا قبضہ ہو جائے، پھر اس سے لے کر ڈاکٹر کی فیس کی بابت دیدی جائے۔

(ب): یا ہسپتال والے اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے تحریری یا زبانی طور پر وکیل بن جائیں پھر وکیل بن کر اس کا سارا خرچہ زکوٰۃ کی مد سے کریں، دونوں صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔(ج): یا یہ کہ مریض کسی اور کو زکوٰۃ وصول کرنے کا وکیل بنا دے۔اب وہ وکیل مریض کی طرف سے زکوٰۃ وصول کر کے اسی پر خرچ کرے۔(مستفاد از زکوٰۃ کے مسائل کا

انسائکلو پیڈیا ص ۳۱۹)

مسئلہ (۵۸) : مستحق زکوٰۃ کو بہ طور زکوٰۃ ایسی چیز دینی چاہئے جس کی اس کو ضرورت ہو، اگر رقم دیدی تو بھی بہتر ہے کہ جو بھی ضرورت ہوگی پوری کرلے گا۔

مسئلہ (۵۹) : کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دکاندار کے پاس ایسی چیز ہوتی ہے جو بکتی نہیں ہے ایسی چیزوں سے زکوٰۃ ادا کرنا اخلاص کے خلاف ہے۔

مسئلہ (۶۰) : اگر کوئی مریض زکوٰۃ کا مستحق ہے تو اس کو زکوٰۃ کی مد سے دواء، کھانا، پھل فروٹ وغیرہ خرید کر دینا جائز ہے، اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ (۶۱) : برادری کے بعض احباب اپنی برادری کے مالدار اور اہلِ ثروت حضرات سے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں کہ اپنی برادری کے غریب، حاجت مند اور مستحقینِ زکوٰۃ کی حاجت

روائی کرے، بلاشبہ یہ بہترین نظام ہے،اس سے ہر مستحق کو اسکا
حق پہنچتا ہے، ورنہ ایک ہی شخص متعدد افراد سے لاکھوں وصول لیتا
ہےاور دیگرضرور تمند رہ جاتے ہیں۔

بعض مرتبہ برادری کے غرباء دستیاب نہ ہونے کی وجہ
سے زکوٰۃ پڑی رہ جاتی ہےاور دوسرا سال آجاتا ہے، یہ نامناسب
بات ہے، کیونکہ جب تک زکوٰۃ غریبوں تک نہیں پہنچے گی زکوٰۃ
دینے والوں کی زکوٰۃ ادانہیں ہوگی۔ لہٰذا زکوٰۃ دینے والوں کی
اجازت سے برادری کے غرباء دستیاب نہ ہونے کی صورت میں
دیگرمسلمان غرباءاورمحتاجوں کوزکوٰۃ دے دینی چاہئے۔

مسئلہ (٦٢) : مستحقِ زکوٰۃ کوزکوٰۃ کی رقم بتلا کردینا
ضروری نہیں ہے، بلکہ ہدیہ اور قرض کہہ کربھی دی جاسکتی ہے
۔بعض مستحقِ زکوٰۃ بہت غیرت مند ہوتے ہیں اگر زکوٰۃ کی رقم
معلوم ہوجائے تو وہ نہ لیں گے اور قرض بتلایا جائے تو لے لیں

گے کہ یہ رقم آپ کو بطور قرض دی جارہی ہے، جب آپ کے پاس گنجائش ہو تو ادا کر دینا۔ ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی نیت کرلے، تو اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ بعد میں ان سے کہہ دو کہ میں نے معاف کر دیا تاکہ ان کو اطمینان و سکون ہو جائے۔ (شامی) (مکمل ومدلل مسائلِ زکوٰۃ ص ۱۱۱)

مسئلہ (۶۳) : ایک مصرف جو بہت ہی اہم ہے مگر مسلمان اس سے اتنے ہی غافل ہیں اور وہ ہے غریب، محتاج، مظلوم، بے قصور مسلمان قیدی جو ناکردہ گناہوں کی سزا بھگت رہے ہوتے ہیں، جو اپنے آپ میں ایک بڑی ناقابلِ برداشت مصیبت ہوتی ہے، اور اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے وکیل کرنے کا خرچ نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ گھر والے اپنے گذارے کے لئے الگ سے پریشان ہوتے ہیں، اپنی اولاد کی بے گناہی ثابت کرنے میں گھر بار سب کچھ بک چکا ہوتا ہے۔

یہ ایک بہت ہی اہم مصرف ہے، قرآنِ کریم میں اسکو "و فی الرقاب" کہا ہے، گردن چھڑانے میں زکوٰۃ کی رقم لگانا۔

لہٰذا تمام اہلِ ثروت حضرات کو چاہئے کہ ایسے غریب، محتاج، بے قصور قیدیوں کی رہائی میں زکوٰۃ اور امداد کی رقم لگائیں۔

اگر خود یہ کام کر سکتے ہوں تو بہت بہتر ہے، ورنہ ایسی تنظیموں کو رقم دے سکتے ہیں، جن میں سرِ فہرست جمعیۃ علمائے ہند ہے، جن کی کاوشوں سے بہت سے بے قصور رہائی پا چکے ہیں۔ ابھی حال میں پانچ افراد ایسے تھے جن میں سے بعض کو پھانسی اور بعض کو عمر قید کی سزا گجرات ہائی کورٹ نے سنائی تھی، مگر جمعیۃ علمائے ہند نے سپریم کورٹ میں کامیاب پیروی کی اور پانچوں باعزت بری ہوئے۔

جمعیۃ علمائے ہند کا اکاؤنٹ نمبر یہ ہے: Axis Bank 41380102۔

مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے رابطہ کریں:

مفتی یوسف صاحب (امام جامع مسجد کھارمرکز)۔موبائل نمبر:

+91-9967055577,+91-9869709377 ۔

زکوٰۃ دہندگان سے ایک گذارش!

رمضان المبارک میں جو سفراء مدارس زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے آتے ہیں، اہلِ ثروت حضرات کو چاہئے کہ ان کا احترام کریں نیز جس وقت انہیں بلایا ہو، حاضر ہونے پر کل آنے کو کہہ کر مصیبت میں نہ ڈالنا چاہئے۔ بڑے افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ اپنی دکان کے باہر سفراء کی لمبی لمبی قطاریں لگوائی جاتی ہیں، یہ اہلِ علم کی زبردست توہین ہے،انہیں ادب واحترام کے ساتھ بٹھلا کر مدرسہ کے لئے رقم دی جائے۔

اسی طرح اہلِ ثروت حضرات کا ایک مزاج بنتا جارہا ہے کہ ستائیس رمضان کو ادائیگی زکوٰۃ میں زیادہ ثواب سمجھ کر سفراء کو

بلاتے ہیں ، اب ایک سفیر ایک رات میں کہاں کہاں جائے۔
واضح رہے کہ ستائیس رمضان کو ادائیگی زکوٰۃ کی کوئی فضیلت نہیں
ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مدارس کے سفراء سے احترام کے
ساتھ صاف لفظوں میں پوچھ لینا چاہئے بلکہ تحقیق کرنی چاہئے کہ
آیا وہ کمیشن پر زکوٰۃ کی وصولیابی کررہے ہیں یا تنخواہ پر؟ اگر کمیشن پر
وصولیابی کررہے ہوں تو ان کو زکوٰۃ نہ دے کر اصلاح کی کوشش
کرنی چاہئے۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ غیر مشہور مدارس کے سفراء
چالیس فیصد، پچاس فیصد کمیشن پر زکوٰۃ کی وصولیابی کرتے ہیں
،اس صورت میں مدرسہ کی امداد نہ ہوکر زکوٰۃ کا اکثر حصہ سفراء کی
ملکیت میں چلا جاتا ہے۔اور شرعاً یہ معاملہ بھی غلط ہے۔

صدقۃ الفطر

مسئلہ (۶۴) : صدقہ فطر ہر اس مسلمان پر واجب ہے چاہے مرد ہو یا عورت جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی (آج کے وزن کے حساب سے ۶۱۲ گرام ۳۵ ملی گرام) یا ساڑھے سات تولہ سونا (آج کے وزن کے حساب سے ۸۷ گرام ۴۷۹ ملی گرام) کے برابر زیور ہوں یا نقد روپے ہوں یا ضرورت سے زیادہ سامان ہو جس کی قیمت نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے۔

مسئلہ (۶۵) : تین جوڑوں سے زائد لباس اور وہ برتن جو کبھی بھی استعمال میں نہیں آتے جیسے پرانے زمانے کے تانبے وغیرہ کے برتن نیز ریڈیو اور ٹیلی ویژن جیسی خرافات انسانی حاجات میں داخل نہیں اس لئے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔ (احسن الفتاویٰ)

مسئلہ (۶۶) : صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے

نصاب پر سال گذرنا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ (٦٧) : صدقہ فطر کا ادا کرنا اپنی طرف سے بھی واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی بشرطیکہ وہ فقیر یعنی صاحبِ نصاب نہ ہوں، نابالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کے مال سے ادا کرے، اگر مالدار نہیں ہیں تو اپنے مال سے، بالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں، اگر ادا کر دے تو جائز ہے یعنی پھر ان اولاد کو دینے کی ضرورت نہیں رہے گی، اور اگر بالغ اولاد مالدار ہوں مگر مجنوں ہوں تب بھی ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے مگر ان ہی کے مال سے۔ (علم الفقہ)

مسئلہ (٦٨) : اپنی بیوی اور اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کے لئے ان کی اجازت لینا ضروری نہیں ہے چونکہ عادتاً اسکی اجازت ہوتی ہے اسلئے استحساناً جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

مسئلہ(٦٩) : صدقہ فطر کا وجوب عید الفطر کی فجر طلوع ہونے پر ہوتا ہے لہٰذا جو شخص طلوعِ فجر سے پہلے مرجائے یا فقیر ہو جائے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں۔

مسئلہ(٧٠) : جو بچہ فجر طلوع ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہو یا جو شخص فجر طلوع ہونے سے پہلے اسلام لائے یا مال پا جائے اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔(علم الفقہ)

مسئلہ(٧١) : صدقہ فطر رمضان شریف میں دینا درست ہے خواہ کسی بھی عشرہ میں دیدے۔(فتاویٰ دار العلوم)

مسئلہ(٧٢) : صدقہ فطر میں پونے دو کلو گیہوں ،آٹا،ستو، یا ان کی قیمت ،اسی طرح ساڑھے تین کلو چھوہارے ،منقّیٰ ،جَو یا ان کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔

نوٹ: آج کل عام طور پر عوام بلکہ خواص کے ذہنوں میں صدقہ فطر کی ادائیگی میں پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت دینا ہی سمایا ہوا

ہے، بلکہ مسجد کے ائمہ اورٹرسٹی حضرات بھی مسجد کے باہر بلیک بورڈ پر صدقہ فطر کی قیمت میں پونے دوکلو گیہوں ہی کی قیمت لکھتے ہیں ،جبکہ امراء کے لئے بہتر یہ ہے کہ گراں چیز کی قیمت دیں یعنی ساڑھے تین کلو چھوہارے یا منقّٰی (بڑی کشمش) کی قیمت دیں ۔اور یہ چیز فقراء اور اغنیاء دونوں کے لئے مفید ہے ۔فقراء کے لئے تو ظاہر ہے اور اغنیاء کے لئے اس طور پر کہ زیادہ رقم اللہ کے لئے خرچ کی جارہی ہے۔

مسئلہ (۷۳) : جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ۳:۱۱۴)

مسئلہ (۷۴) : اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطر نہیں دیا ہو تو معاف نہیں ہوا ۔اب کسی دن بھی دے دینا چاہئے ۔(بہشتی زیور)

% آ ٗ ی گذارش!

زکوٰۃ کے معاملے میں عام طور پ جومسائل پیش آتے ہیں ان کو اس مختصر سے کتابچہ میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

عوام الناس سے گذارش ہے کہ اَ کوئی مسئلہ سمجھنے میں دشواری آئے تو علمائے کرام سے سمجھنے کی کوشش کرے۔ نیز اس کے علاوہ جو بھی سماجی معاشرتی مسائل درپیش ہو اس میں علمائے حقہ کی رہنمائی حاصل کرے۔

اس کتابچہ کو اَ *کوئی شائع کر: چاہے تو بلا میں کے اشا ۔ کی اجازت ہے۔

سے ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے:

* مولا• حبیب بن یوسف قاسمی

مؤرخہ: ۲۰ رشعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

Published by :
DARUL IFTA WAL IRSHAD
MADRASA ANWAR E MUHAMMADI,
427, Chincholi Sqatter's Colony, Malad (E), Mumbai - 400 097.